International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:02, Issue: 01,Jan-June 2022
PP: 15-29

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

تعددِ ازواج اور عصری تقاضے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Polygamy, the need of the hour, In the light of seerah

Sara Bano
Phd Research Scholar,The University of Lahore.

Dr.zeenat haroon
Associate professor Department of Quran and Sunnah University of Karachi.

Abstract

Before Islam, it was common practice to have many wives at a time without any limitations. This polygamy system had a lot of social evils hidden in it. Islam introduced a well balanced polygamy family system with some limitations and conditions. Holy Prophet practiced it and his companions also acted upon this family system.Unfortunately this family system is not adopted and practiced in our society. Before British rule in subcontinent indo pak, there was a magnificent difference between Muslim community and non muslim community in regard of having one or more wives at a time. But after 90 years British rule, this difference is wiped out and Muslims stopped marrying second and third wives, which resulted in many social evils in society.Now a days, in our society, having two or more wives is not accepted but unfortunately, having many girl friends or committing adultery is acceptable act in some ways. Remarrying, even marrying first time is difficult and having girlfriends and committing adultery is easy. We have to change this system to ensure acting upon the true spirit of Islam. Accepting and adopting Islamic polygamy family system will ensure increase the number of members of ummat e

Muhammadi, as Muhammad s.a.w.s will feel proud on the large quantity of his ummat at the judgment day. It will secure more female of the society from any kind of harassment by keeping more of them into nikah. Generally, all over the world, number of female is greater than the number of male, Islamic polygamy system will ensure the balance among male and female.So, it is need of hour to make conspicuous the importance of Islamic polygamy system in our society.

***Key Words**: Polygamy, Adultery, Social evils, Muslim community, Balanced family system, Vives, Girlfriends, ensure.*

موضوع کا تعارف

اس کائنات کے مختلف اجزاء وعناصر میں تزویج اور توالد وتناسل کا عمل ایک فطری منہج کے تحت ازل سے جاری ہے۔رب العزت کا فرمانِ ذی شان ہے : (وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)[1] اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔اس آیت کے ضمن میں پرندے، مویشی اور مختلف جانوروں کے علاوہ نباتات اور فصلوں میں بھی تزویج کا حیاتیاتی عمل دکھائی دیتا ہے۔ بعینہٖ انسانوں میں بھی توالد وتناسل کے لئے تزویج کے فطری جذبات موجود ہیں۔آسمانی مذاہب اس حقیقت پر متفق ہیں کہ اس کائنات کا پہلا جوڑا حضرت آدم و حوا کا تھا۔تخلیق کے حوالے سے سیدنا آدم کو سبقت حاصل پھر ان کی تنہائی مٹانے کے لئے ان کو ایک بہترین ساتھی سے نوازا جس کو ان کی بیوی کا درجہ دیا۔

چنانچہ فرمایا: (وَخَلَقْنَٰكُمْ أَزْوَٰجًا)[2] اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ پھر نسلِ انسانی کی بقاء اور تسلسل کے لئے نکاح مشروع کیا۔

نکاح وہ تہذیبی و ثقافتی فریضہ ہے جو نسلِ انسانی کی نشوونما کے لئے ناگزیر اور انسان کی صنفی و جنسی اور جبلّی ضروریات کی تسکین کے لئے ایک فطری وظیفہ ہے۔اس سے نہ صرف انسان کی فطری جبلّت کا تزکیہ ہوتا ہے بلکہ انسانی تہذیب کے تسلسل کی ایک ضمانت بھی فراہم ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب اور تہذیب میں رشتۂ زوجیت کی ترغیب ہے۔

اسلامی تہذیب اور قواعدِ شریعت میں عائلی زندگی کے مخصوص ضوابط وضع کئے گئے ہیں جس کے سبب اسلام میں نکاح کی تقریب اسلامی تہذیب کی سب سے نمایاں اور باوقار تقریب ہے۔ جس میں ایک صالح تمدّن کی بنیاد کے لئے ایک مہذب جوڑے کو نکاح کے ذریعے نسلِ نَو کی نشوونما کا ذریعہ گردانا جاتا ہے۔

اسلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کثرتِ زوجیت کا نظام دیا تھا۔جس میں بیویوں کی تعداد کی تخصیص نہیں کی گئی تھی۔ بہت سے انبیاءؑ کی زندگیوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے مگر محمد کریم ﷺ کی شریعت نے چہار زوجی نظامِ خاندان متعارف کروایا۔

پوری مسلم دنیا اس وقت اسلام میں تعدّدِ ازواج کے حوالے سے کثیر غلط فہمیوں اور غلط تصوّرات کا شکار ہے اور اسلام کو اس الزام سے بری قرار دینے کی کوشش کر رہی ہے۔یہ صورتحال معاشرے میں ازدواجی زندگی کے کافرانہ تصوّرات کی ترویج اور

ان سے مسلمانوں کی ذہنی مرعوبیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تعددِ ازواج کے اسلامی تصوّر سے خائف اور بد ظن ہیں۔ کبھی تو لطیف پیرایوں میں اس سے اظہارِ نفرت کیا جاتا ہے اور کبھی اسے بیہودہ طریقے سے مسترد کر دیا جاتا ہے۔ کبھی اسلام کے دامن کو اس داغ سے بچانے کے لئے قرآن وسنت کے احکامات کے ساتھ شرائط نتھی کی جاتی ہیں۔ جن کا حقائق کے ساتھ دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ چنانچہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا صحیح اسلامی طریقہ کیا ہے؟

ہمارا اسلوب فلسفیانہ یا ادیبانہ نہیں بلکہ سادہ ہے اور ہم اسے ہی افہام و تفہیم کے لئے موزوں سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس سے علمیت کا رعب نہیں پڑتا اور وہ مقصود بھی نہیں ہے۔ اللہ کرے یہ تحریر مسلمانوں کو فہمِ حقائق میں مدد دے، اور موضوع کے مطابق مسئلے کے حل میں بہترین ثابت ہو۔ اور ہماری فکر کو بعینہٖ عامۃ الناس کے اذہان و قلوب تک رسائی حاصل ہو۔ آمین قرآن کی رو سے دیکھیں تو تعدّدِ ازواج کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا)(3)

اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم دو، تین یا چار عورتوں سے نکاح کر لو، لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی، یہ زیادہ قریب ہے کہ (ناانصافی اور) ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔

مولانا مودودی نے مذکورہ حکم میں مفسرین کے تین مفہوم بیان کیے ہیں۔ پہلا مفہوم حضرت عائشہؓ کے اس فرمان سے لیا جاتا ہے جو آپؓ نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں ان کے مال یا حسن و جمال کی وجہ سے یا ان کے سرپرست ہونے کی وجہ سے لوگ یہ خیال کرتے کہ انہیں جس طرح چاہیں دباؤ میں رکھیں، چنانچہ وہ ان کے ساتھ خود نکاح کر لیتے تھے اور پھر ان پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتیں بھی دنیا میں موجود ہیں، ان میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو (ایک سے کرو، دو سے کر لو یا چاہو تو تین یا چار سے بھی کر سکتے ہو لیکن ان یتیموں کے ساتھ ناانصافی کا تمہیں کوئی حق نہیں)۔

دوسرا مفہوم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیان کردہ تفسیر سے لیا گیا ہے کہ جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد نہیں تھی ایک شخص دس دس بیویاں بیک وقت رکھ لیتا تھا، پھر جب اس کثرتِ ازدواج سے مصارف بڑھ جاتے تو مجبور ہو کر اپنے یتیم بھتیجوں، بھانجوں اور دوسرے عزیزوں کے حقوق پر دست درازی کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لئے چار کی حد مقرر کر دی اور فرمایا کہ ظلم سے بہتر یہ ہے کہ ایک سے چار تک شادیاں کرو جن کے ساتھ عدل کرنا تمہاری استطاعت میں ہو۔

تیسرا مفہوم حضرت سعید بن جبیرؓ اور حضرت قتادہؓ کے تفسیری ارشادات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک عہدِ جاہلیت میں بھی یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو قابلِ تحسین گردانا جاتا تھا۔ لیکن ان کے ہاں ایک قباحت تھی کہ وہ بیویوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے تھے۔ ان سے شادیوں کے لئے ان کے ہاں کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرنا بھی معیوب نہ تھا۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ اگر یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے چار سے زیادہ شادیاں نہ کرو۔ مزید یہ کہ اس معینہ تعداد میں سے بھی اتنی عورتوں کو نکاح میں رکھو جتنی کے ساتھ تم منصفانہ سلوک

کر سکو۔ (4)

اس آیت کے حوالے سے مثنیٰ وثلاث ورباع کے الفاظ بھی اہلِ علم کی تفسیرات کا مرکز بنے۔ جیسے السید سابق مصری فقہ السنۃ میں امام شافعی، اہلِ تشیع اور اہلِ ظاہر کی آراء پیش کر کے ان کا تجزیہ یوں فرماتے ہیں کہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں چار بیویوں پر اکتفا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں۔ اور اسی پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ لیکن شیعہ حضرات اور اہلِ ظاہر نے اس سے جو مفہوم اخذ کیے ہیں وہ حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اہلِ تشیع نے دو (مثنیٰ)، تین (ثلاث) اور چار (رباع) کے اعداد جمع کر کے ان سے نو مراد لیا ہے اور ان کے نزدیک ایک ہی وقت میں نو بیویاں رکھنا رسول اللہ ﷺ کے اپنے عمل سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا نو بیویاں بیک وقت رکھنا سنتِ نبویؐ پر عمل کرنا ہے۔ اور اہلِ ظاہر نے تو حد ہی کر دی کہ اٹھارہ بیویاں جمع کرنا جائز ہے۔ ان کے مطابق صیغوں میں عدد تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور جمع کو ظاہر کرنے کے لئے اس میں واؤ آیا ہے۔ السید سابق کا کہنا ہے عربوں میں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ نو کہنا چاہیں لیکن لفظِ نو کو چھوڑ کر دو، تین اور چار کہہ دیں۔ ایسے ہی اٹھارہ کہنے کی بجائے چار، چھ اور آٹھ کہیں۔ لہٰذا دو، تین اور چار تو عدد میں حصر ہے یعنی اس سے زیادہ تعداد مطلوب نہیں۔ (5)

نبی مکرم ﷺ کے ارشادات جن کے مخاطب آپ ﷺ کے صحابہؓ تھے ان سے بھی امام شافعی کی رائے کی درستگی معلوم ہوتی ہے۔ جن کے مطابق قبولِ اسلام سے پہلے جن حضرات کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ نے انہیں چار بیویوں کا اختیار دیا اور باقی تمام کو طلاق دینے کا ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

« أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الجَاهِلِيَّةِ، فَأَسْلَمْنَ مَعَهُ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَخَيَّرَ أَرْبَعًا مِنْهُنَّ»(6)

غیلان بن سلمہ ثقفیؓ نے جب اسلام قبول کیا اس وقت ان کی دس بیویاں تھیں ان سب نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیا، تو نبی □ نے ان کو چار بیویاں رکھنے کا اختیار دیا۔ (باقی بیویوں کو انہوں نے طلاق دے دی)۔ اسی طرح اور بھی کئی صحابہ کی مثالیں ملتی ہیں۔

اب ہم بات کرتے ہیں تعدّدِ ازدواج کے معاملے میں نبی ﷺ کے عمل اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کی۔ تو ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کی سیرت میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ جن میں سے دو وفات آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی داغِ مفارقت دے گئیں۔ جن میں زیادہ بیوہ، مطلقہ اور بچوں والی بھی تھیں اور ایک کنواری لڑکی بھی شامل تھی۔ اور ان کی عمروں میں اور آپ کی عمر میں فرق کا کوئی لحاظ نہیں تھا۔

چنانچہ جب پیغمبر نے پہلی شادی کی تو آقا کی عمر مبارک اس وقت پچیس سال جبکہ اماں خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر اس وقت چالیس سال تھی۔(7) اور نبی مکرّم ﷺ کی یہ پہلی شادی تھی اور اماں جی خدیجہؓ کی یہ تیسری شادی تھی۔(8) پہلے دو دفعہ آپ بیوہ ہو چکی تھیں اور پہلے دونوں شوہروں سے ان کی کل پانچ اولادیں بھی تھیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ یہ جوڑا ایک بہترین مثالی اور کامیاب جوڑا تھا۔ نہ تو آقا کو اماں جان کے پہلے شادی شدہ ہونے پر اعتراض ہوا، نہ اماں جان کے بچے

رکاوٹ بنے اور نہ ہی آقا کے خاندان والے یا معاشرہ رکاوٹ بنا۔اور پھر ان سے نبی کی اپنی بھی اولادیں ہوئیں اور آج تک کوئی یہ نہیں کہہ سکا کہ اماں جی خدیجہؓ کی پہلی اولادوں اور نبی کی اولاد میں کبھی کوئی رنجش ہوئی ہو۔

پھر اماں جی خدیجہؓ کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ سے شادی کی جو تقریباً آپ ﷺ کی ہم عمر تھیں اماں جی سودہؓ کی بھی یہ دوسری شادی تھی اور پہلا شوہر وفات پا گیا جس سے ان کی ایک اولاد بھی تھی۔

پھر نبی مکرّم ﷺ نے تیسری شادی ایک نوعمر کنواری لڑکی سے کی۔ [9] جو آپکے دوست، یارِ غار اور منہ بولے بھائی حضرت ابوبکر کی بیٹی تھیں۔ جن کا اسمِ گرامی سیدہ عائشہؓ تھا۔ اب نبی تو پہلے سے شادی شدہ تھے بچوں والے بھی تھے عمر مبارک بھی زیادہ تھی پچاس سال سے بھی اوپر تھے جب سیدہ عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی۔ تو نہ صدّیقِ اکبرؓ نے اعتراض کیا نہ خود سیدہ عائشہؓ نے اعتراض کیا نہ ہی معاشرے میں کسی کو اعتراض ہوا۔اور پھر آپ □ کے اس عمل سے یہ شبہ بھی دور ہوگیا کہ منہ بولے رشتے کسی شرعی رشتہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

پھر اسی طرح نبی ﷺ نے حضرت حفصہؓ بنتِ عمر بن خطابؓ سے شادی کی تو سیدہ حفصہؓ کی عمر بیس سال جبکہ آقا کی عمر مبارک پچپن سال تھی۔ اور سیدہ حفصہؓ پہلے سے بیوہ تھیں[10] اور نبی سے ان کی دوسری شادی تھی۔ امّ المساکین حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہؓ سے شادی کے وقت نبی کی عمر پچپن سال اور سیدہ زینبؓ کی عمر تیس سال تھی۔اور سیدہ زینبؓ کی یہ تیسری شادی تھی اس سے پہلے مطلقہ اور بیوہ رہ چکی تھیں۔[11] امِ سلمہؓ سے شادی کی تو نبی کی عمر مبارک چھپن سال جبکہ امِ سلمہؓ کی عمر انتیس سال تھی اور یہ بیوہ تھیں۔[12] ان کے پہلے چار بچے تھے۔پھر زینب بنتِ جحشؓ سے شادی کے وقت آقا □ کی عمر مبارک ستاون سال تھی جبکہ سیدہ زینبؓ کی عمر پینتیس سال تھی۔اور یہ بھی مطلقہ تھیں۔[13] جب جویریہؓ سے شادی کی تو آپ ﷺ کی عمر مبارک ستاون سال تھی جبکہ حضرت جویریہؓ کی عمر بیس سال تھی۔[14] اور آپؓ بھی بیوہ تھیں۔ پھر ام حبیبہؓ سے شادی کی تو آپ ﷺ کی عمر اٹھاون سال تھی جبکہ حضرت ام حبیبہؓ کی عمر اس وقت تیس سے کچھ اوپر تھی۔اور یہ بھی بیوہ تھیں۔[15] پھر آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے شادی کی اور آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت اٹھاون سال تھی جبکہ سیدہ صفیہؓ کی عمر سترہ سال تھی۔[16] یہ بھی پہلے سے شادی شدہ تھیں، اور خیبر میں قیدی ہوئیں پھر ان کو آزاد کرکے آپ □ نے ان سے شادی کی۔پھر میمونہؓ سے شادی کی تو نبی □ کی عمر اس وقت اٹھاون سال تھی جبکہ میمونہؓ کی عمر اڑتیس سال تھی۔یہ پہلے سے مطلقہ اور بیوہ تھیں۔[17]

اسی طرح خلفائے راشدین اور باقی صحابہ کرام کی سیرت سے بھی تعدّدِ ازدواج کا ہی سبق ملتا ہے۔جیسا کہ خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں، دو اسلام سے پہلے اور دو اسلام کے بعد۔ جبکہ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت پانچویں بیوی سے متعلق بھی ملتی ہے۔[18] حضرت عمرؓ کے متعلق بھی یکے بعد دیگرے سات نکاح کا ذکر ملتا ہے جن میں ایک حضرت علیؓ کی بیٹی امِ کلثومؓ تھیں۔[19] عثمان بن عفّانؓ نے یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں کیں۔ جن میں دو شادیاں باری باری نبی مکرّم ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ سے کیں۔[20] پھر حضرت علی نے بھی پہلی شادی سیدۃ فاطمۃ الزہراء ؓ بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ سے کی پھر ان کی وفات کے بعد آٹھ شادیاں اور کیں۔ [21] اسی طرح دیگر صحابہ کرام کی زندگیاں بھی ایک سے زیادہ شادیوں پر مشتمل تھیں۔جو مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔اس کے بعد تابعین و تبع تابعین بھی اسی طریقے سے ازدواجی زندگیاں بساتے رہے۔اور ان کے ہاں ایک سے زیادہ شادیاں کرنا اور کسی بیوہ یا مطلقہ

سے شادی کرنا کوئی قابلِ ملامت بات نہ تھی۔ بلکہ سیرت صحابہؓ کا مطالعہ کیا جائے تو ڈھونڈنے سے بھی ایسا نام نہیں ملتا جن کی پوری زندگی ایک شادی پر مشتمل رہی ہو سوائے ایک صحابی جندب بن جنادہؓ کے جنہوں نے امّ ذرؓ کے سوا اور کسی سے شادی نہیں کی۔ اور بعض مؤرخین نے ابنِ مسعودؓ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ انہوں نے صرف حضرت زینبؓ سے شادی کی۔ ان کے علاوہ اور کسی صحابی کے متعلق ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا جنہوں نے ایک ہی شادی پر ساری زندگی گزاری ہو۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایک شادی کے بعد کم ہی جیئے اور جلدی شہادت یا وفات پا گئے۔

یہ تو ہو گیا نبی ﷺ اور آپؐ کے عظیم صحابہؓ کا تذکرہ۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے اس معاملے میں ؟ تو سنیے نبی مکرم ﷺ بس ایسے ہی ایک انسان نہیں تھے کہ دنیا میں آئے اور ایک اچھی زندگی گزاری اور بس چلے گئے۔ اور بعد میں لوگ آج تک ان کی خوبیوں کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ اچھے انسان تھے۔ نہیں بلکہ وہ آئیڈیل بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کا ہر کام ہمارے لئے بطورِ نمونہ ہے اور ان کو انسان بھی اللہ نے اسی لئے بنایا تھا تاکہ لوگوں کے پاس کوئی عذر نہ رہے کہ ہم ان کی طرح نہیں ہیں پھر کیسے ان کی طرح زندگی گزاریں؟ اور ان کے ہر حکم کی بجاآوری اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے۔ اور نبی نے اپنے صحابہؓ کی پیروی کا بھی حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ)[22]

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اسی طرح نبی □ نے فرمایا:

«عَلَيكُم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهدِيِّينَ»[23]

تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اسلامی قوانین دنیا کے کسی خاص طبقے یا کسی خاص جگہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تمام دنیا اور ہر زمان و مکاں کے لئے ہیں۔ اور نظامِ آفرینش کے عین مطابق بھی ہیں۔ اسی لئے ہر زمانے میں بشری تقاضوں کو پورا کرتے رہے ہیں۔ حوادثات کے مد و جزر میں مضمحل و نابود نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں بلکہ اس دنیا میں جب تک انسان موجود ہے یہ قوانین اپنی برتری اور قدر و قیمت منواتے رہیں گے۔ اب آتے ہیں عصرِ حاضر میں تعدّدِ ازدواج کی ضرورت کی طرف اور اس کو ہمارے معاشرے میں کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور کس حد تک اس عمل کو لوگ اپنا رہے ہیں؟ اور اس پر عمل پیرا ہونے یا نہ ہونے کے کیا کیا فوائد و نقصانات ہیں؟ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور یہ کبھی کسی ایسے کام کی اجازت نہیں دیتا جو اخلاقِ عامہ کے منافی ہو یا جس سے کسی معاشرتی فساد کا خطرہ ہو۔ یہاں ہم تعدّدِ ازواج کے اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہیں۔ کثرتِ ازواج کا ایک حیاتیاتی پہلو بھی ہے۔ جس پر اسلامی نقطہ نظر کے علاوہ خالص سیکولر تناظر میں طبّی ماہرین اور حکمائے جنس نے بھی اپنے تجربات، مشاہدات اور مطالعات پیش کئے ہیں جو سراسر اسلامی موقف کی تقویت کا باعث ہے۔ اس موضوع کی حمایت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا جارہا ہے۔ مغرب میں بالخصوص اس بحث پر بہت سے اخلاقی اور قانونی دلائل کے انبار لگائے جارہے ہیں۔ مغربی لٹریچر میں اس سلسلے میں ہمیں مطالعہ کے لئے جو مواد ملتا ہے وہ حقیقتاً مرقّع عبرت ہے۔ ان ممالک میں مرد کی ایک کی سے زیادہ شادیوں کو اتلافِ حقوق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان ممالک میں ایسی قانون سازی ہے جس کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی جاسکتی۔ اور ہم ٹھہرے مغرب کے ذہنی غلام، تو جو کام یا فیصلہ اہلِ مغرب کریں گے وہی تو ہم بھی خواہش کریں گے اپنے نفع

ونقصان کی پرواہ کئے بغیر ہم ان کی نقالی پر فخر محسوس کرتے ہیں خواہ نتیجے میں ہم اپنے دین سے خارج ہو جائیں یا شرعی احکام کو روندتے ہوئے اپنی اخلاقی اقدار کو بھول جائیں اور اپنی ثقافت وتہذیب کے پرخچے اپنے ہی ہاتھوں سے اڑادیں۔ لیکن ہم ان کے ساتھ ترقی کی اس دوڑ میں ضرور شامل ہوں گے جس میں حیاء باختہ افکار وافعال کا پرچار کیا جاتا ہے۔اوراسی کو آزادی اور حق سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے آوازیں اٹھائی جاتی ہیں۔ یہی حال ہمارے اسلامی ملک میں ہے اپنے قومی نظریہ اور دینی افکار کا لحاظ کئے بغیر ہم ان کے نقشِ قدم پر قانون اور انسانی حقوق کی تنظیمیں بناتے ہیں یہ سوچے سمجھے بغیر کہ جو تنظیم ہم نے حقوق کے نام پر بنائی ہے در حقیقت تو یہ حقوق کے استحصال میں ممدّ ومعاون ثابت ہو رہی ہے۔

مغربی ماحول سے متاثرہ ہمارے موجودہ معاشرے میں دوسری شادی کو نہایت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اسی ماڈرن ماحول میں عشق و معشوقی کرنے والے، باہر گندگی میں منہ مارنے والے اور ناجائز طریقے سے ہوس کی پیاس بجھانے کو اتنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اسلام نے دوسری شادی کو جائز ٹھہرایا ہے اور اس کے عملی نمونے کے طور پر نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے کر کے دکھایا۔ پھر بھی اس کو معیوب سمجھنے والے کی عقل میں بلاشبہ فتور ہے۔

اسلام سراپا دینِ رحمت ہے وہ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔ عورت کو فطرتاً ایسا لگتا ہے کہ دوسری بیوی ہمارے اوپر ظلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے لئے دوسری بیوی کو پسند نہیں کرتی۔ میری مسلمان عورتوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے نفس کو شرع کے تابع بنائیں اور صرف اپنے ذاتی مفاد کی بجائے اجتماعی مفاد پر غور کریں۔ کیونکہ جب تک ہم اپنی ذات پر اجتماعی مفاد کو ترجیح نہیں دیں گے ہم ایک مہذّب و مستحکم معاشرہ تشکیل دینے میں ناکام رہیں گے۔ نیز تعدّدِ ازواج کی حکمتوں اور مصلحتوں پر غور کریں تو دل ضرور مطمئن ہوگا۔آج کی بیوی کل کی بیٹیوں کی ماں ہے۔ اگر آپ آج دوسری عورتوں کے لئے اپنا دل وسیع نہیں کریں گی تو کل آپ کی بچیوں کے لئے کون اور کیسے اپنا دل وسیع کرے گی؟ اور اگر ہم اپنی سوچ کو بدلیں گے ہی نہیں دوسری شادی کو فروغ نہیں دیں گے اور اپنی بیٹیوں کے دلوں میں یہ وسعت پیدا نہیں کریں گے اور بیویاں بھی اپنی سوچ نہیں بدلیں گی تو ہزاروں لڑکیاں اپنے والدین کی دہلیز پر شریک حیات کے انتظار میں زندگی گزار دیں گی۔ اور مرد اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے غلط راستوں کا انتخاب کریں گے مسائل بھی حل نہیں ہوں گے اور برائیوں کی شرح بھی بڑھتی جائے گی۔ نہ ہم باعزت طریقے سے اپنی بچیوں کو رخصت کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم اپنی معصوم کلیوں کو درندوں کی ہوس کا شکار ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ جب مردوں کو اپنی فطری ضرورتیں شریعت کے مطابق پوری کرنے کا حق نہ دیا جائے گا تو وہ درندگی پر ہی اتریں گے۔ میرا خیال ہے اس میں زیادہ قصور عورت کی تنگ اور محدود سوچ کا ہے جسے جتنی جلدی بدلا جائے اور وسیع کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

تعدّدِ ازواج کی صورت میں ایک مسلمان عورت کے کردار اور اس کے احساسات کی وضاحت کے لئے ازواج مطہراتؓ کا کردار بطورِ عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ کیونکہ ان سے زیادہ روشن مثال اور قابلِ تقلید کوئی دوسری شخصیت نہیں ہو سکتی۔ ازواج مطہراتؓ کے دلوں میں بھی اپنے شوہرِ نامدارؐ کے لئے بے پناہ محبت تھی۔ یہی محبت انہیں ایک دوسری سے بڑھ کر خاوند کو چاہنے اور ان سے زیادہ قریب تر ہونے پر ان کو اکساتی تھی۔ باہمی رقابت اسی خواہش کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا وہ تو رسول اللہ ﷺ سے بیاہی ہوئیں تھیں جو زمانے بھر میں عظیم ترین ہستی تھے۔ یہاں پہنچ کر بہت سے مسلمان بہنیں یہ کہہ سکتی ہیں کہ ہم ازواج مطہراتؓ جیسی عظمت و بلندی کہاں سے لائیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک ہے ہر عورت

عائشہ صدیقہؓ تو نہیں بن سکتی لیکن وہ ایک مومنہ تو بن سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ ہو کر دوسری عورتوں سے بہتر تو بن سکتی ہے۔ اگر ہم عملِ نمونہ امہات المؤمنینؓ کو نہ بنائیں تو کس کو بنائیں؟ مغرب کی ان عورتوں کو جنھوں نے آزادیٔ حقوق کی آوازیں اٹھا اٹھا کہ اتنی آزادی حاصل کر لی کہ دوسری شادی تو کیا وہاں تو شادی کا تصوّر ہی تقریباً ختم ہے۔ اسی لئے تو مغرب کا خاندانی نظام تباہ حال ہے۔اور وہی حال وہ ہمارا کرنا چاہتے ہیں اور ہم ہیں کہ ترقی کے خواب دیکھتے دیکھتے ان کی گھٹیا سازشوں کے شکار بڑی آسانی سے بن جاتے ہیں۔ اگر اس معاملے میں بھی ہم ایسا کریں گے تو تعدّدِ ازواج کی عملی خرابیوں کے اس دور میں اچھی مثال سے محروم ہو جائیں گے۔

قدرتی طور پر دنیا میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اگر ہر آدمی ایک ہی شادی پر اکتفا کرے تو بقیہ عورتوں کی شادی کا مسئلہ پیچیدہ ہو جائے گا۔آج جہیز کی لعنت کا بھی ایک سبب خواتین کی کثرت ہے۔ اگر عورتیں کم ہوتیں تو مرد پیسے اور جائدادیں دے دے کر عورتوں سے شادیاں کرتے۔ عورتوں کی کثرت کوئی مسئلہ نہیں ہے بشر طیکہ مرد تعدّدِ ازدواج کی سنت پر عمل کریں۔ آج اگر مرد نے شادی کا راستہ چھوڑ کر زنا کے راستے اختیار کئے ہیں تو اللہ نے ان میں ایڈز جیسی لاعلاج اور خطرناک بیماری پھیلا دی ہے۔ دوسری شادی کے متعلق لوگوں میں ایک یہ غلط فہمی بھی پھیلی ہوئی ہے کہ مرد پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ یہ سراسر ایک غلط فہمی ہے اور اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ دوسری شادی کے معاملے میں مرد خود مختار ہے۔ اسے پہلی بیوی یا اس کے گھر والوں حتیٰ کہ اپنے گھر والوں سے بھی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ دوسری شادی کی ضرورت مرد کو ہے عورت کو نہیں، اس لئے عورت سے پوچھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز قرآن وسنت یا عملِ صحابہ وسلف سے دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اجازت کا کوئی واقعہ یا ثبوت نہیں ملتا۔ اور اگر اس بات کی شرعاً کوئی بھی حیثیت ہوتی تو سب سے پہلے ہمیں اس کا نمونہ سیرت النبی ﷺ میں ملتا۔ چونکہ اس کی کوئی اصل نہیں اس لئے نبی اور صحابہؓ نے کبھی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

بعض عورتیں اپنے شوہر کی دوسری شادی پر اس قدر آگ بگولہ ہو جاتی ہیں کہ شوہر سے دوسری بیوی کی طلاق کا جبراً مطالبہ کرتی ہیں۔ اور مرنے مارنے کی دھمکیاں دیتی ہیں۔ یا دوسری عورت جس سے مرد شادی کرنا چاہتا ہو وہ پہلی بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔ کسی بھی عورت کا ایسا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ہے۔ کیونکہ نبی مکرم نے فرمایا:

«لاَ يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ طَلاَقَ أُخْتِهَا، لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا»[24]

کسی بھی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کا برتن خالی کر کے خود نکاح کر لے، بلکہ اس کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اسے ملے گا۔

لہٰذا عورتوں کو صبر سے کام لینا چاہئے اور اپنے نفس کو شریعت کا پابند بنانا چاہئے۔ آپ یہ سوچیں کہ اگر آپ خود کوئی بیوہ یا مطلقہ ہوتیں اور آپ سے کوئی مرد شادی کرتا یا خدانخواستہ آپ کی بیٹی، بھتیجی یا بھانجی بیوہ یا مطلقہ ہو جائے اور اس سے کوئی شادی کرے۔ یا آپ کیا اس کی شادی کروانا نہیں چاہیں گی؟ تو جب آپ اپنی بھتیجی یا بھانجی کے لئے یہ پسند کرتی ہیں تو خود کیوں دوسروں کے لئے پسند نہیں کرتیں۔ یہ شیطان ہے جو لوگوں کے دلوں سے الفت کو دور کرتا ہے اور اختلاف کے وسوسے ڈالتا

رہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں سوتنوں سے نہیں بلکہ شیطان سے ڈرنا چاہئے۔

اب اگر یہاں عورت یہ مطالبہ کرے کہ ہمیں کیوں صبر کی تلقین کی جاتی ہے اگر صبر کرنا اتنا آسان ہے تو مرد اپنی خواہش پر قابو پائے اور صبر کرے تو یہ بات یاد رہے کہ یہاں مرد اور عورت کے صبر میں بہت فرق ہے۔ مرد پر اس صبر کو مسلط کرنا اس پر جبر ہوگا اور اسلام میں جبر کی گنجائش نہیں ہے۔ اور عورت کے لئے یہ ایک قابلِ عمل بات ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[25] اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت (قوّتِ برداشت) سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ رہی بات مرد کی تو اسے صرف ایک شادی کا پابند نہیں کیا گیا۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو ہمارے سامنے کتنی ایسی احادیث موجود ہیں جن میں اس صبر کے حکم کا مظاہرہ ہو سکتا تھا مثلاً بیماری کی حالت میں جنابت کی صورت میں تیمّم کی اجازت اور اسی طرح دورانِ سفر بھی حالتِ جنابت میں تیمّم کی رخصت والی حدیث۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ المَاءَ شَهْرًا، أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي، .... إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا، فَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الأَرْضِ، ثُمَّ نَفَضَهَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ .... الخ»[26]

اس حدیث میں صحابی کو سفر میں جنابت کی حالت میں پانی نہیں ملا اور اس نے مٹی میں لوٹ پوٹ لیا۔ اور جب نبی کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے لئے صرف تیمّم کرلینا ہی کافی تھا۔ اور پھر تیمّم کا طریقہ بتایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ خواہش مرد کی فطرت میں ودیعت کردی گئی ہے اور اس پر بے جا پابندی لگانا زیادتی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے یا کسی بھی صحابیؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو صبر کرنا چاہئے تھا اور نہ ہی نبی ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ آپ کو اتنا انتظار کرنا چاہئے تھا کہ آپ کسی ایسی جگہ پر پہنچ جاتے جہاں پانی میسر ہوتا پھر آپ اپنی حاجت پوری کر لیتے۔ بلکہ اس کے لئے شرعی رخصت عنایت فرمائی۔ یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے اگر کوئی عقل سے کام لے اور سمجھے تو۔ اسی طرح ایک صحابیؓ کا واقعہ آتا ہے کہ وہ بیمار تھے اور جنبی ہوگئے اور غسل کیا تو بیماری شدت اختیار کر گئی تو نبی نے فرمایا کہ اس کے لئے غسل کی بجائے تیمّم کرلینا ہے کافی تھا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسے صبر کرنا چاہئے تھا جب ٹھیک ہوجاتا تو اپنی بیوی کے پاس جاتا یہ اس نے غلط کیا ہے۔ نہیں ایسا کچھ نہیں کہا کیونکہ ایسا ممکن نہیں تھا۔ اور اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ خود نبی اور آپؐ کے صحابہؓ بھی سفر میں اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر جاتے تھے تاکہ گھر سے دور اگر کسی کو حاجت ہو تو بیوی میسر نہ ہونے کی صورت میں گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی نبی نے حکم فرمایا ہے کہ جب بھی مرد اپنی بیوی کو (حاجت پوری کرنے لئے) اپنے پاس بلائے تو اسے چاہئے کہ وہ فوراً اپنے شوہر کے پاس آجائے خواہ وہ سواری پر سوار ہو۔

«إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ، لَعَنَتْهَا المَلاَئِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ»[27]

جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر (ہمبستری کے لئے) بلائے بیوی آنے سے انکار کردے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

اب اس کا ایک دوسرا رخ دیکھتے ہیں۔ کہ شادی کرنے کا اصل مقصد کیا ہے؟ تو اس ضمن میں ہمارے لئے نبی ﷺ کی یہ حدیث کافی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ»[28]

نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ میری امّت میں سے نہیں ہے۔ تم نکاح کرو بے شک میں تمہاری کثرت (تعداد) کے سبب دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ اور جو صاحبِ مال ہو اسے نکاح کرنا چاہئے اور جس کے پاس مال نہ ہو اس روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ جنسی خواہش کو کنٹرول کرتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیوی میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی کبھی کوئی عورت ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے جو ہمبستری میں رکاوٹ بنتی ہے ان حالات میں اگر مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہ دی جائے تو یہ اس پر ظلم ہوگا۔ کیونکہ یہ انسان میں یہ ایسی خواہش ہے جس کو دبانا ممکن نہیں نہ اس کا شریعت میں کوئی حکم ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ بعض مردوں میں قوّت و شہوت زیادہ ہوتی ہے ایک بیوی سے ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ یوں بھی خواتین کو ہر ماہ مخصوص ایام کے مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح حمل اور ولادت کے زمانے میں یہ مشکل پیش آتی ہے تو ایسی صورت میں مرد بیچارہ تو امتحان کی سولی پر ہی لٹکا رہے، شادی شدہ ہونے کے باوجود اپنے فطری تقاضے کے لئے وہ کچھ کر ہی نہ سکے۔ تو ان حالات میں انصاف اور حکمت کا تقاضہ یہ ہے مردوں کو تعدّدِ ازدواج کی اجازت دی جائے جو کہ ہماری شریعت نے تو دی ہے لیکن ہمارے معاشرے نے اسے ایک شرمناک جرم بنا دیا ہے۔ اگر اس سنت پر عمل عام نہ کیا جائے تو وہ حرام راستے سے بھی اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ (جیسا کہ آج یہ عام ہوتا جارہا ہے)

معاشرے میں ہمیشہ مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ رہتی ہے۔ کیونکہ ماہرین کے مطابق مردوں کی عمریں عورتوں سے نسبتاً کم ہوتی ہیں اور ویسے بھی مردوں کی اموات بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ حادثات میں بھی جنگوں میں بھی تو ایسی صورتحال میں یہ ضروری ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت ہو، ورنہ بہت سی عورتیں بن بیاہی رہ جائیں گی۔ جس سے معاشرے میں جنسی عدمِ مساوات کے ساتھ ساتھ دوسری اور بھی بہت سی برائیاں پیدا ہوں گی۔ مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ تعدّدِ ازواج کو فروغ دیا جائے۔ اس طرح وہ بن بیاہی خواتین کی تعداد میں کمی لانے کا سبب بنیں گے اور بہت سی خواتین کی معاشی کفالت کا ذریعہ بھی بنیں گے۔ شادی کے ذریعے عورتوں کو صرف معاشی کفالت ہی میسر نہیں آتی بلکہ انہیں باعزت اور آبرومندانہ زندگی گزارنے کے لئے ایک مضبوط سہارا بھی مل جاتا ہے۔

تعدّدِ ازواج کا حکم عصمت کے تحفظ اور اخلاقی اقدار کی پاسداری کے لئے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حیا کے وصف سے عاری اقوام و ملل نے تعدّدِ ازواج کی اجازت نہ دے کر غیر فطری قدم اٹھایا ہے جس کے مظاہر وہاں ان کے کوچہ و بازار میں عام ہیں۔ عورتوں کی زیادہ تعداد اپنے آپ کو فحاشی و عریانی اور آبرو باختگی پر مجبور پاتی ہے۔ ایک مغربی مفکر Mex Nordon کہتا ہے کہ یک زوجگی قانون نافذ ہونے کے باوجود متمدن ممالک میں مرد تعدّدِ ازدواج کی حالت میں رہتا ہے۔ ایک لاکھ آدمیوں میں سے بمشکل ایک ہوگا جو بسترِ مرگ پر یہ کہہ سکے کہ وہ اپنی پوری زندگی ایک عورت کے سوا کسی سے آشنا نہیں ہوا۔ پس اصل مقابلہ وحدتِ زوج یا کثرتِ ازواج کا نہیں بلکہ قانونی اور غیر قانونی تعدّدِ ازواج کے درمیان ہے۔ اب ترکی کی مثال لے لیجئے وہاں 1926 میں اسلام کے اس قانون کے خلاف ایک شہری قانون نافذ ہوا جس کی رو سے تعدّدِ ازواج ناجائز قرار دے دیا گیا۔ لیکن

آٹھ سال ہی گزرنے پائے تھے کہ ناجائز ولادتوں، خفیہ اور غیر قانونی داشتاؤں اور خفیہ طور پر قتل کئے گئے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے حکومت کو حلّ وعقد کے اس قانون پر نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کردیا۔[29]

تعدّدِ ازواج کو حرامی بچوں کی روک تھام کے حل کے طور پر پیش کرنے والوں میں خود مغرب کا تھنک ٹینک سب سے آگے نظر آرہا ہے جہاں یہ برائی تعدّدِ ازواج پر قانونی پابندی لگانے کے ردّ عمل کے طور پر بڑھی ہے۔ اقوامِ متحدہ کی طرف سے شائع ہونے والے ڈیمو گراف سالنامہ 1959 کی رپورٹ میں کہا گیا کہ جدید دنیا میں جو صورتحال ہے وہ یہ ہے کہ بچے اندر سے کم اور باہر سے زیادہ پیدا ہورہے ہیں۔ بعض ممالک مثلاً پناما میں تو چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہورہے ہیں۔ یعنی 57% فیصد حرامی بچے۔ لاطینی امریکہ میں اس قسم کے بچوں کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔[30]

ہمارے معاشرے میں عام طور پر ایک سے زیادہ شادیوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایسی صورت میں سوتنوں میں تنازع پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ مسئلہ واقعی برِّ صغیر میں درپیش ہے۔ حالانکہ عرب آج بھی متعدد شادیاں کرتے ہیں لیکن وہاں ایسا ماحول نہیں ہے۔ (وہاں بلکہ کنواری لڑکیاں شادی شدہ مرد سے شادی کرنے کو ترجیح دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ شادی شدہ مرد زیادہ عزت کرتا ہے اور خوش رکھتا ہے کنوارے کی نسبت)۔ حقیقت یہ ہے کہ تنازع انسانی زندگی کا حصّہ ہے۔ اور جہاں دو لوگ رہتے ہیں وہاں نظریات میں اختلاف لازمی ہے اکثر اسی نظریات کے اختلاف کی وجہ سے تنازع پیدا ہوتا ہے۔ تنازع کے لئے دوسری شادی ہی سبب نہیں ہے۔ بلکہ ایک بیوی اور شوہر میں بھی تنازہ ہوتا ہے روزانہ طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح اس کا بیّن ثبوت ہے۔ تو کیا لوگوں نے اس میاں بیوی کے تنازع کو ختم کرنے کے لئے شادیاں کرنا چھوڑ دیا؟ ہاں ایک سے زیادہ بیویوں میں اختلاف کی کثرت ہو جاتی ہے جسے مرد حسنِ تعامل اور حسنِ تدبیر سے رفع کر سکتا ہے۔ جس کے لئے نبی □ اور صحابہؓ کی زندگیاں ہمارے سامنے بطورِ نمونہ موجود ہیں۔

زائد شادیوں کی اجازت کی بدولت صحیح اسلامی معاسرے میں عصمت فروشی کے اڈوں کا وجود اور تصوّر بھی ناممکن ہے۔ جبکہ زائد شادی کی اجازت نہ ہونے کے سبب دوسرے معاشروں کا یہ لازمی جزو ہے۔ جبکہ یہ اصول کہ ہر کسی کو کنواری لڑکی ہی چاہئے شادی کے لئے تو یہ بیوہ، مطلقہ، معذور اور زائد عمر کی عورتیں کہاں جائیں گی؟ مجرد زندگی گزارنا عام حوصلے کی بات نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب میں بیوہ و مطلقہ وغیرہ کو جبراً مجرد زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور جبر ہمیشہ باغیانہ پن کی صورت میں ظاہر ہو کر نفس کشی کی نہیں بلکہ نفس پرستی کی صورت اختیار کرتا ہے۔

ہمارے یہاں اس چیز کو اتنا گھٹیا اور بھیانک سمجھا جاتا ہے کہ اپنی جوان مطلقہ اور بیوہ بیٹیوں اور بہنوں کی شادیاں تو ہم کرتے ہیں اگرچہ یہ بہت زیادہ مشکل بن چکا ہے۔ لیکن جب کوئی بڑی عمر کا مرد عورت شادی کرلے تو ہم اس کی اتنی تذلیل کرتے ہیں اور انہیں اتنی عار دلاتے ہیں کہ پھر کوئی ایسا کرنے کا سوچے ہی نہ۔ وہی لوگ جو پہلے ان بے سہاروں کو گھر میں رکھنے پر راضی نہیں ہوتے بعد میں اگر وہ خود شرعی رشتہ جوڑ کر کوئی سہارا بنالیں اپنے لئے تو ان کو جان سے مارنے تک کی دھمکیاں دی جاتی ہیں بلکہ کچھ لوگ تو اپنے اوچھے پن سے تنگ آکر ایسے اقدام کر بھی گزرتے ہیں۔

حالانکہ اسلام اس چیز کی ترغیب دیتا ہے کہ کنواری، بیوہ، مطلقہ ہر طرح کی عورت کی شادی کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ

وٰسِعٌ عَلِيمٌ)[31]

⁾اور تم اپنی غیر شادی شدہ (عورتوں) کی شادی کرواپنے نیک غلام اور لونڈیوں کی بھی، اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے مالدار کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔ یہاں نہایت افسوس اور شرمندگی کے ساتھ یہ کہوں گی کہ ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے؟ بیوہ اور مطلقہ کی شادی تو رہی ایک طرف اگر کسی لڑکی کی کہیں نسبت طے پا جائے پھر کسی وجہ سے وہ شادی سے پہلے ہی ٹوٹ جائے تو آئندہ اس کے رشتے میں ہم کتنی مشکلات کھڑی کرتے ہیں کہ اس کا تو پہلے رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ جبکہ ہماری تاریخ ایسے سنہری واقعات سے بھری پڑی ہے کہ مسلمان صلحاء بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے بخوشی شادی کرتے اور ان کے پہلے بچوں کی اچھی پرورش بھی کرتے اور ان کے ساتھ مثالی زندگیاں گزارتے۔ اس کے پیچھے ہمارے مادہ پرست دولت کے پجاری معاشرے کی جو سوچ میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے لئے شادی کو اتنا مشکل بنا دو وہ ایک شریک حیات کے حصول کے لئے اپنی عزتِ نفس تو گنوائے ہی ساتھ ساتھ ان کو کثیر مال و دولت بھی فراہم کرے یعنی شوہر خریدنے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے۔ تو ظاہر ہے خرید و فروخت کے معاملے میں پھر انسان ہمیشہ زیادہ قیمت دینے والے کو ہی ترجیح دیتا ہے۔ یہی صورتحال یہاں ہے جہاں زیادہ قیمت ملے گی مرد وہاں بِکے گا۔ جبکہ حق تو یہ تھا کہ اچھے مہر دے کر عورتوں کی عزت میں اضافہ کیا جاتا اور پورے مان کے ساتھ ان کو رخصت کروا کر لاتے یہاں الٹ سسٹم ہے۔ بلکہ مہر کے نام پہ مذاق کیا جاتا ہے اور اگر یہ مہر نکاح کے لئے شریعت میں شرط نہ رکھا گیا ہوتا تو اس مذاق کی ضرورت بھی نہ سمجھتے۔

اور رہے وہ لوگ جو تعدّدِ ازواج کا یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ شریعت نے عدل کی شرط کے ساتھ اس کا راستہ بند کر دیا ہے تو وہ دراصل ایسے بد طینت اور عیاش مرد ہیں جو ذمہ داریوں کے بوجھ سے جان چھڑاتے ہیں اور غلط راستوں سے اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں۔ اس طرح وہ درحقیقت عورتوں کا ہی استحصال کرتے ہیں اور وہ ایسے مردوں کو سمجھتی ہیں کہ یہ ہی ہمارے خیر خواہ ہیں۔

اہم نتائج وسفارشات

تعدّدِ ازواج کے سلسلے میں ہمیں سیرت نبوی ﷺ اور آثارِ صحابہؓ کے مطالعہ سے درج ذیل ہدایات ملتی ہیں:

- اسلام شادی کے لئے مرد و عورت کی عمر میں فرق کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ (جیسے زنا کے وقت مرد عورت کی عمر کو نہیں دیکھتا بس اپنی ہوس کی پیاس پوری کرتا ہے جو کہ پوری نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھتی ہے ایسے لوگوں کی)۔
- امہات المؤمنینؓ اور صحابیاتؓ کی زندگیوں میں عورتوں کے لئے اپنے شوہر کی دوسری بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی عظیم ترین اور قابلِ تقلید مثالیں ہیں۔
- بیوہ یا مطلقہ ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح شادی ضرور کرو جس طرح پہلی دفعہ کنوارے ہونے کی صورت میں لازمی سمجھ کر کی جاتی ہے۔
- اگر چھوٹی عمر کا مرد پسند آجائے تو دینِ اسلام اس کی پوری اجازت دیتا ہے جیسا کہ ہمارے سامنے ہمارے پیارے پیغمبر □ اور ہماری ماں خدیجۃ الکبریٰؓ کی مثال موجود ہے۔

- بچوں کو شادی میں رکاوٹ مت بنائیں، یہ کوئی شرعی عذر نہیں ہے۔
- مردوں کے لئے واضح ہدایات موجود ہیں کہ شادی کے لئے خود سے بڑی عمر کی عورتوں کو بھی اہمیت دیں۔
- بیوہ عورتوں اور ان کے بچوں کا سہارا بننا اسلام میں پسندیدہ عمل ہے۔
- جوان بیٹے اور بیٹیوں کے لئے عظیم پیغام ہے کہ وہ اپنی ماں یا باپ کی دوسری شادی میں رکاوٹ نہ بنیں۔ دینِ اسلام اسے سخت ناپسند کرتا ہے۔
- ہمارے لئے انتہائی شرمناک مقام ہے کہ عہدِ رسالت ﷺ میں دوسری شادی کی شرح 50% فیصد سے بھی زیادہ تھی اور اب ایک فیصد سے بھی کم ہے۔

سفارشات

- ہمارے معاشرے میں آج دوسری شادی بھی اتنی ہی ضروی ہوگئی ہے جتنی کہ پہلی شادی۔ لہٰذا وقت کی ضرورت کے پیشِ نظر ہمیں اپنی سوچ کو بدلنا ہوگا۔
- بڑھتی ہوئی معاشرتی برائیوں کے روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ دوسری شادی کو فروغ دیا جائے۔
- انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس سوچ کو اجاگر کرنے کے لئے ہر صاحبِ شعور اپنا کردار فرض سمجھ کر ادا کرے کیونکہ ہم سب اس معاشرے کا حصہ ہیں اور اس کی بہتری کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہم سب کا فرض ہے۔
- جس طرح انسانی حقوق کے کے نام پر روز نئی نئی تنظیمیں اور تحریکیں بنتی ہیں اسی طرح تعدّدِ ازواج کو عام کرنے لئے بھی علاقائی، ملکی اور عالمی سطح پر تحریکیں ہونی چاہئیں جو ضرورت مند خواتین و حضرات کی مدد کر سکیں۔
- اس تصوّر کو مٹانے کے لئے کوشش کی جائے جو دوسری شادی کے متعلق ہمارے ہاں جرم سمجھا جاتا ہے۔
- حکومتی سطح پر ایسے قانون بنائے جائیں جن سے تعدّدِ ازواج کے عمل کو تقویت ملے۔
- دوسری شادی کرنے والوں کو تنگ کرنے والوں کے خلاف بھی قانون ہونا چاہئے جو ان کو ایسی حرکتوں سے روک سکے۔ بجائے اس کے کہ اس کی روک تھام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔
- دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اجازت کو ختم کیا جائے۔ کیونکہ یہ شرعی اور معاشرتی طور پر نامناسب ہے۔
- تعدّدِ ازواج کی موجودہ ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر ایسے اقدامات کئے جائیں جو معاشرتی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1. سورۃ الذاریات، 51: 49
2. سورۃ النبأ، 78: 8
3. سورۃ النساء، 4: 3
4. مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن، لاہور، 2008، ص:321
5. السید سابق، مصري، فقه السنة، الفتح للأعلام العربي، قاهرة، س ن، ص:221
6. ترمذي، أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ، سنن الترمذي، کتاب النکاح، باب ماجاء في الرجل وعنده عشر نسوة، رقم الحدیث:1128
7. اللؤلؤ المکنون، سیرت انسائیکلوپیڈیا: 2/ 259، دار السلام، 1433ھ 3
8. محولہ بالا: 2/ 252
9. الصفدي، صلاح الدين خليل بن أيبک، الوافي بالوفيات: 1/ 77، ت أحمد الأرناؤط وتركي مصطفىٰ، دار أحيا التراث، 1420ھ
10. ابنِ عساکر الدمشقي، عبد الرحمٰن بن محمد بن حسن ابن منصور، کتاب الأربعين في مناقب أمهات المؤمنين: ص42، ت محمد مطيع الحافظ، دار الفكر دمشق، الطبعة الأولىٰ 1406
11. أيضاً: ص44
12. أيضاً: ص44
13. أيضاً: ص42
14. أيضاً: ص43
15. أيضاً: ص45
16. أيضاً: ص43
17. أيضاً: ص46
18. ابنِ خلدون، عبد الرحمن، تاریخ ابن خلدون: 1/ 275، دار الفکر دمشق، س ن

19. أیضاً: 1 /399
20. أیضاً: 1 /473
21. أیضاً: 1 /551
22. سورۃ الأحزاب، 33: 21
23. کشمیري، محمد انور شاہ بن معظم شاہ، العرف الشذي شرح سنن الترمذي، باب ماجاء في قیام شہر رمضان، رقم الحدیث: 2/ 209، تصحیح: الشیخ محمود شاکر، دار التراث العربي، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولیٰ 1425ھ
24. البخاري، محمد بن اسماعیل، أبو عبد اللہ، صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب الشروط التي لا تحل في النکاح، رقم الحدیث: 5152، ت محمد زھیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولیٰ 1422ھ
25. سورۃ البقرۃ، 3: 286
26. البخاري، محمد بن اسماعیل، أبو عبد اللہ، صحیح البخاري، کتاب الطھارۃ، باب التیمم ضربۃ، رقم الحدیث: 347، ت محمد زھیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الأولیٰ 1422ھ
27. أیضاً، کتاب النکاح، باب إذا باتت المرأۃ مھاجرۃ فراش زوجھا، رقم الحدیث: 5193
28. ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزویني، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجاء في فضل النکاح، رقم الحدیث: 1846، ت محمد فؤاد عبالباقي، دار أحیاء الکتب العربیۃ، س ن
29. رحمانی، نور احمد، مولانا، تعدّدِ ازواج حقائق کے آئینہ میں، نئی دہلی A/176 مین بازار، اوکھلا گاؤں جامعہ نگر، س ن، ص22
30. ایضاً
31. سورۃ المؤمنون، 23: 32